خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ وہ مورخ بھی تھے، سوانح نگار بھی۔ اس کے علاوہ ان کا تعارف ایک معلّم، فقیہ، محدث اور شاعر و ناقد کی حیثیت سے بھی ہے۔ انھوں نے مشرقی علوم وفنون کا براہ راست اور بغور مطالعہ کیا تھا۔ شبلی اپنے ہم عصروں سے اس معاملے میں بھی مختلف ہیں کہ ایک طرف جہاں سرسید اور حالی نے انگریزی علوم وفنون حاصل کرنے کی تلقین کی وہیں شبلی نے مشرقی تہذیب کے تحفظ پر زور دیا۔

زیرنظر کتاب ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کی مرتب کردہ ہے۔ موصوف کی پہچان علمی حلقوں میں شبلی شناس کی حیثیت سے ہے۔ اس سے قبل بھی شبلی پر ان کی کئی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ اس کتاب میں علامہ شبلی کی منتشر تحریروں کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس کے سلسلے میں فاضل مرتب لکھتے ہیں: ''راقم کو اس جدید ذخیرۂ شبلیات کے مطالعہ کے دوران بار بار احساس ہوا کہ باقیاتِ شبلی کی اشاعت (۱۹۴۶) کے بعد علامہ شبلی کی جو تحریریں (مکتوبات، شذرات، مراسلات، نوادرات) دریافت ہوئیں، وہ شبلی صدی کے مقالہ نگاروں کے پیش نظر نہیں رہیں۔ ان کا اگر مطالعہ کیا گیا ہوتا تو شبلی کی سوانح اور ان کے فکر ونظر کے بعض پہلو روشن تر ہوجاتے اور بعض نہایت اہم اور نئے پہلو سامنے آتے۔'' (ص ۱۳)

اس کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب 'مضامین' کے عنوان سے ہے۔ اس میں علامہ شبلی کے چار مضامین 'غضاری رازی'، 'کتب خانہ اسکندریہ'، 'موجودہ زمانہ میں تاریخ کا فن' اور 'Education' شامل ہیں۔ مرتب کا خیال ہے کہ یہ مضامین شبلی کے کسی مجموعۂ مضامین میں شامل نہیں ہیں۔ دوسرا باب 'خطبات' پر ہے۔ مولانا شبلی کا خطیبانہ انداز کافی مشہور ہے، یہاں تک کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے یہاں تک کہا تھا کہ ان کا لکچر بہ لحاظ ترتیبِ مطالب اور حسنِ استدلال ایک مکمل رسالہ ہوتا ہے۔ علامہ شبلی نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور تحریک ندوۃ العلماء کے مختلف اجلاسوں میں جو خطبات اور تجاویز پیش کی تھیں وہ 'خطبات شبلی' میں شامل ہیں، لیکن زیرنظر کتاب میں شامل سات خطبات کے متعلق مرتب نے لکھا ہے کہ یہ 'خطباتِ شبلی' میں شامل نہیں ہیں۔

تیسرے باب میں وہ تقاریظ اور دیباچے جمع کیے گئے ہیں جو علامہ نے اپنے معاصرین کی کتابوں پر لکھے تھے۔ ان کی یہ تحریریں اب تک قارئین کی نظروں سے اوجھل تھیں۔ اس باب میں شامل مضامین کی تعداد سولہ (۱۶) ہیں۔ ظاہر ہے، تقاریظ اور دیباچوں میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ کسی فن پارے کا تفصیلی جائزہ لیا جائے، مگر ان تحریروں کو پڑھتے ہوئے ہم ایک نئے شبلی سے متعارف ہوتے ہیں۔ ان سے ہمیں نہ صرف شبلی کے خیالات کا علم ہوتا ہے، بلکہ عہد شبلی میں تقریظ اور دیباچہ لکھنے کا جو چلن تھا، اس سے بھی ہماری واقفیت ہوتی ہے۔

کتاب کا چوتھا حصہ 'مکتوبات' ہے۔ شبلی کے خطوط کے اب تک چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے چوبیس (۲۴) خطوط ایسے ہیں جو کسی مجموعۂ مکتوبات میں شامل نہیں تھے۔ ڈاکٹر الیاس الاعظمی نے ان کو دریافت کیا ہے۔

شبلی نعمانی کی شخصیت کا ایک اہم گوشہ ان کی مراسلہ نگاری ہے۔ فاضل مصنف کا خیال ہے کہ شبلی کی شخصیت کا یہ ایسا گوشہ ہے جس پر اظہارِ خیال نہیں کیا گیا ہے۔ ان کے مراسلات ہمدرد دہلی، زمیندار لاہور اور الہلال کلکتہ وغیرہ میں شائع ہوا کرتے تھے۔ ان میں وہ مسلمانوں کے مسائل کے ساتھ علمی و ادبی مباحث پیش کرتے تھے۔ کتاب کے پانچویں باب میں مراسلاتِ شبلی کو شامل کیا گیا ہے۔ چھٹا باب 'منظومات' پر ہے، جس میں شبلی نعمانی کی فارسی شاعری کو شامل کیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری حصہ متفرقات پر مبنی ہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کا کام شبلی شناسی کے میدان میں بہت اہم ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ شبلی سے متعلق کوئی گوشہ خالی نہ رہے، یا اس میں تشنگی کا احساس نہ ہو۔ نوادراتِ شبلی میں شامل تمام مضامین اہم ہیں۔ ان سے ایک جانب جہاں شبلی کا بکھرا ہوا علمی سرمایہ یکجا ہو جاتا ہے وہیں دوسری جانب یہ تحریریں شبلی کے نظریات کو سمجھنے میں بھی کافی اہم ہیں۔

مجھے امید ہے کہ علمی حلقوں میں اس کتاب کا استقبال کیا جائے گا اور یہ شبلی فہمی میں معاون ثابت ہوگی۔ (نوشاد منظر)